© rasailojaraid.com

محترم شاہ بلیغ الدین

سیرت

میزبان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کے حکم سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے تو سب سے مشکل اور اہم سوال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام کہاں ہوگا؟ مشکل اس لئے کہ شمع نبوی کے ہر پروانے کی خواہش تھی کہ کاش یہ عزت، یہ سعادت اسے حاصل ہو جائے۔ جاں نثاروں کے جذبات کا جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اور کس کو خیال ہو سکتا تھا۔ ارشاد ہوا کہ ...... میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ وہ جہاں ٹھہرے گی میں وہیں قیام کروں گا۔ اللہ نے اسے میرے ٹھہرنے کی جگہ بتا دی ہے۔(۱) امام مالک کا قول ہے یہ کیفیت القا کی تھی۔

اونٹنی قصویٰ ایک ایسی جگہ ٹھہری جہاں سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان قریب تھا۔ وہ دوڑے دوڑے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے اور عرض کیا کہ ...... حکم ہو تو سامان اتار لوں کہ میرا ہی گھر اونٹنی کے ٹھہرنے کی جگہ سے قریب تر ہے۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ کچھ اور لوگ بھی اس غرض سے آگے بڑھے۔ شاید ان کے مکان بھی آس پاس ہی تھے۔ آخر سب نے مل کر قرعہ اندازی کی۔ یہ سعادت دارین تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا مقدر ہو چکی تھی، قرعہ میں بھی انہی کا نام نکلا۔(۱الف) ابو ایوب رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی پر شاداں و فرحاں آگے بڑھے، اونٹنی کا سامان اٹھایا اور گھر پہنچے۔ جلدی جلدی بالاخانہ خالی کیا اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان لے جا کر وہاں رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لائے۔

ارشاد ہوا کہ...... ابو ایوب! میرے پاس کثرت سے لوگ آتے جاتے رہیں گے بہتر ہے کہ نچلے حصہ میں میری رہائش کا انتظام کیا جائے۔ جو حکم تھا سر آنکھوں پر تھا۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ نے بھی یہاں قیام فرمایا۔

کوئی چھ مہینے اللہ کے رسولِ برحق نے یہاں قیام فرمایا۔(۲) کھانا کبھی حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے پاس سے آتا کبھی اور صحابہ کے پاس سے۔ عموماً انصار کو یہ شرف حاصل ہوتا۔ کھانے میں جو کچھ بچ جاتا حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ شوق سے اٹھا لے جاتے اسے غور سے دیکھتے۔ جدھر سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہوتا وہاں آپ کی انگلیوں کے نشان (۳) مل جاتے تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اسی طرف سے کھاتے اور شکر ادا کرتے کہ یہ سعادت بھی انہیں حاصل ہو رہی ہے۔

ایک دن حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے کھانا گیا۔ ویسے ہی واپس آ گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کھایا ہے تو بے تاب ہوگئے۔ رہا نہ گیا تو خدمت اقدس ﷺ میں پہنچے۔ کھانا نہ کھانے کا سبب معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جواب ملا...... کھانے میں لہسن زیادہ تھا! حضرت ابو ایوبؓ کو سخت افسوس ہوا۔ عرض کیا..... یارسول اللہ ﷺ! جو چیز آپ کو پسند نہ ہو وہ مجھے کب پسند ہو سکتی ہے۔ آئندہ کے لئے لہسن کھانے سے توبہ کرلی۔ لیکن یہ پوچھ لیا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ ارشاد ہوا۔ نہیں! (۴)

ایک دن بالاخانے کے اس حصہ پر جہاں حضرت ابو ایوبؓ اور ان کی اہلیہ رہتی تھیں پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ چھت سے پانی نیچے ٹپکنے کا اندیشہ تھا۔ نیچے اللہ کے نبی ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ سوچا اب کیا کریں، کہیں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ پڑ جائے۔ گھر میں ایک رضائی تھی، جھٹ اسے لاکر اسے پانی پر ڈال دیا کہ پانی نیچے نہ گرنے پائے۔ سردی میں میاں بیوی کا جو بھی حال ہوا لیکن دل خوشی سے باغ باغ تھا کہ پانی نیچے ٹپکنے نہ پایا۔

کچھ دنوں کے بعد یکایک میاں کو ایک خیال آیا۔ میاں نے بیوی سے کہا کہ...... ہائے افسوس! اب تک یہ بات ہمارے ذہن ہی میں نہ آئی۔ ہم سے بڑی بے ادبی اور سخت گستاخی ہوئی ہے کہ جس کے سینے میں قرآن ہے وہ تو نیچے ہے اور ہم بالاخانے پر ہیں! بس یہ خیال آنا تھا کہ دونوں بے چین ہوگئے۔ نیند اڑ گئی۔ چھت کے کونوں میں سمٹ کر بیٹھے رہے رات بھر بے ادبی کا خوف دل کو ڈستا رہا۔ صبح ہوئی تو حاضرِ خدمت ہوئے۔ اپنی الجھن بیان کی۔ عرض کیا..... اب ایک لمحے کے لئے بھی ہم بالاخانے پر نہ رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو خود بدولت بالاخانے پر منتقل ہوگئے۔ (۵)

میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ قبیلہ خزرج کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس گھرانے کو ایک شرف یہ بھی حاصل تھا کہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنتِ عمرو اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ خالد بن زید بن کلیب نام تھا۔ اپنی کنیت ابو ایوب سے مشہور ہوئے۔ ہجرت سے کوئی بتیس (۳۲) برس پہلے یثرب میں پیدا ہوئے۔ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حافظ کلام اللہ تھے۔ ایک سو بچاس حدیثیں ان سے منسوب ہیں۔

بیعت عقبہ ثانی کے وقت آپ منیٰ کی گھاٹی میں موجود تھے اور ان خوش قسمت بزرگوں میں شامل تھے جنھوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی دعوت دی اور اپنی جان سے عزیز رکھنے کا عہد کیا۔ بیعتِ عقبہ سے لوٹے تو اسلام پھیلانے میں لگ گئے۔ پہلا کام یہ کیا کہ اپنی شریکِ حیات حضرت امِ حسن کو دولتِ ایمان سے مالامال کیا۔ پھر کنبے والوں، دور کے عزیز رشتہ داروں کو تلقین کرنے لگے۔

ہجرت کے بعد انصار اور مہاجرین میں مواخاۃ (۷) ہوئی تو حضرت مصعب بن عُمیرؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ حضرت مصعبؓ جو آخری بیعت عقبہ سے پہلے یثرب میں تبلیغ دین کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اس وقت ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہؓ کے پاس تھا۔ حضرت مصعبؓ جو کبھی مکے کے بے انتہا فیشن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہلِ رئیسوں میں تھے۔ اسلام لائے تو ہر ذوق و شوق چھوڑ دیا۔ حبشہ ہجرت کی، مکہ لوٹے اور پھر مدینہ چلے گئے۔ بالکل درویشِ خدا مست تھے۔ کچھ یہی خوبیاں حضرت ابوایوبؓ میں بھی تھیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ جنگِ بدر میں شریک تھے اور ان ساری لڑائیوں میں شریک رہے جو مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئیں۔ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے اور حجۃ الوداع کے موقع پر بھی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے مدینہ چھوڑ کر کوفے کو اپنا صدر مقام بنایا تو انہیں خاص طور پر مدینے کا گورنر مقرر کیا۔(۹) حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں انکے وظیفے میں اضافہ کیا اور انہیں کاشتکاری کے لئے غلام دیے۔ ۳۸ھ میں جنگِ نہران میں خوارج کے خلاف خوب دادِ شجاعت دیتے رہے۔ کسی اور لڑائی میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوایوبؓ بصرہ گئے۔ یہاں اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت علیؓ کا دورِ خلافت تھا۔ آپ آئے تو حضرت ابن عباسؓ نے تمام ساز و سامان کے ساتھ اپنا گھر ان کے لئے خالی کر دیا۔ انہوں نے پوچھا...... یہ کیا؟ تو ابنِ عباسؓ نے کہا...... آپ نے رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کے لئے اپنا گھر جو خالی کر دیا تھا!(۱۰)

جس ہستی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل رہا ہو اور وہ بھی ایک دو دن نہیں چھ مہینے اسے اکتسابِ فیض کے کیا کیا مواقع نہ ملے ہوں گے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ، حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ اور حضرت انس بن مالک جیسی ذی علم ہستیاں بھی ان سے احادیث پوچھتیں اور معلومات حاصل کرتی تھیں۔ خود انہیں حدیثیں جمع کرنے کی بے انتہا لگن تھی۔ ایک بار سنا کہ سترِ مسلم کے بارے میں ایک حدیث(۱۱) ہے جو عقبہ بن عامرؓ جہنی کو معلوم ہے، ان کے سوا کسی اور کے علم میں نہیں تو معلوم کروایا کہ حضرت عقبہ کہاں رہتے ہیں؟ پتہ چلا کہ ان دنوں اُن کا قیام مصر میں ہے۔ بڑھاپے کے دن تھے ایک نہ ایک بیماری لگی رہتی تھی لیکن شوقِ علم وہاں تک لے گیا۔ مصر پہنچ کر مسلمہ بن مخلدؓ کے گھر پہنچے، ان سے عقبہؓ کا پتہ لگایا۔ ان سے ملاقات کی اور وہ حدیث پوچھی۔ پھر اسی وقت مدینہ لوٹ گئے۔ ذرا آرام بھی نہیں کیا۔ شوقِ علم ہو تو ایسا! مرتے دم تک انہوں نے حدیثیں روایت کیں۔ بسترِ مرگ پر ایک بار خیال آیا کہ دو حدیثیں ایسی رہ گئی ہیں جنھیں بیان کرنے کا کبھی موقع نہیں آیا تو اسی وقت وہ حدیثیں بیان کیں جو اُن کی وفات کے بعد ایک عام اعلان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائی گئیں۔

حدیثوں کے جاننے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے اور اسوہ حسنہ پر چلنے کی بے پناہ تڑپ بھی دل میں تھی۔ جب دیکھتے کہ کوئی سنت نبوی سے ہٹ رہا ہے تو بلالحاظ اس کے مرتبے اور مقام کے فوراً ٹوک دیتے۔ عقبہ بن عامرؓ جہنی نے مصر کی گورنری کے زمانے میں ایک مرتبہ مغرب کی نماز دیر سے پڑھی۔ حضرت ابوایوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انصاریؓ اس وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت عقبہؓ سے آپ نے پوچھا۔۔۔۔۔۔ یہ کیسی نماز ہے؟ عقبہؓ نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ ایک ضروری کام میں لگا تھا دیر ہو گئی! فرمایا۔۔۔۔۔۔ کچھ یہ بھی سوچا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ لوگوں کو کہیں یہ خیال ہو جائے کہ شاید نبی آخرالزماں کے نماز پڑھنے کا یہی وقت تھا حالانکہ مغرب کی نماز میں آپ ﷺ نے دیر نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ مروان کو ٹوک دیا۔ مروان اس زمانہ میں مدینے کے گورنر تھے۔ اور بڑے مان دان کے آدمی سمجھے جاتے تھے۔

عبدالرحمن بن خالدؓ نے ایک جنگ کے موقع پر قیدیوں میں سے چار آدمیوں کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کروا دیا۔ فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وحشیانہ قتل کو سخت ناپسند کیا ہے۔ اور میں تو اس طرح مرغی کو مارنا بھی پسند نہیں کرتا! یہ باز نطینیوں سے لڑائی کا زمانہ ہے۔ اسوقت حضرت ابوایوب کی عمر ۷۵ برس کی تھی۔ ان کے شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ افریقہ، ایشیا اور یورپ ان براعظموں کی لڑائیوں میں انہوں نے حصہ لیا۔

ان کا دوسرا سب سے بڑا شوق جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مستعد رہنا تھا۔ غزوات نبوی میں شرکت کی سعادت تو بہت بڑی بات تھی۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بھی جب تک وہ زندہ رہے جہاد کے موقع سے محرومی کو کبھی پسند نہ کیا۔

چنانچہ سن ۵۲ ہجری میں جب انہوں نے سنا کہ قسطنطنیہ پر فوج کشی ہونے والی ہے تو کمرِ ہمت کس کے گھر سے نکل پڑے۔ دور دراز کا سفر طے کر کے مصر کے راستے سے ہو کر اسلامی لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچے۔ اسی (۸۰) برس کی عمر تھی مگر مستعدی میں اور حوصلے میں جوانوں سے بھی آگے تھے۔ جس جوش و ہمیت سے انہوں نے بحیرۂ روم کو پار کیا۔ اس نے اسلامی لشکر کے ایک ایک مجاہد کو ہمت کا پہاڑ بنا دیا۔ کسی نے پوچھا۔۔۔۔۔ آپ نے اس عمر میں اتنی بڑی زحمت کیوں گوارا فرمائی؟ جواب میں فرمایا۔۔۔۔۔۔ یہی تو وہ فوج ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دکھائی گئی کہ تختِ رواں پر شاہانہ ٹھاٹ سے سمندر کا سینہ چیر کر آگے بڑھ رہی ہے۔ صاحب وحی نے حضرت ام حرام سے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔ یہ میری امت کا پہلا لشکر ہے، جو قیصر کے شہر پر حملہ کریگا۔ ان سب کی مغفرت ہو گی۔

اس بشارت کو سُن لینے کے بعد کون تھا جو اس مہم میں شریک نہ ہوتا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ تو بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ سعادت ان سے چھوٹ ہی نہ سکتی تھی۔ رہی پیرانہ سالی تو اس کے لئے ان کی ہمتِ عالی سب سے بڑا سہارا تھی۔ اس جہاد کے تقدس کی وجہ سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اس میں شرکت کی اور سیدنا حضرت حسین بن علی بھی ان کے ساتھ تھے جسٹس امیر علی نے اپنی تاریخ اہل عرب میں خصوصی تذکرہ کیا ہے۔

عقبہ بن عامر جہنیؓ اس جہاد میں شریک تھے۔ مصری فوج انہی کی کمان میں آئی تھی۔ عبدالرحمن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن خالد بن ولیدؓ بھی ایک دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد لشکر میں وبا پھوٹی۔ اسلامی فوج کے بہت سے مجاہد اس ہیضے کی وبا میں شہید ہو گئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی بیمار ہوئے۔ حالت نازک ہو گئی تو سپہ سالار فوج حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے مرتبہ اور بزرگی کا خیال کر کے پوچھا۔۔۔۔ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے میں آپ کی وصیت کو پورا کروں گا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ اس مغفرت یافتہ لشکر کے سپہ سالار سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے امیر یزید تھے۔

میزبانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان سپہ سالار سے فرمایا کہ ۔۔۔۔۔ ہم دشمن کی سرزمین میں ہیں۔ بس اتنا کرنا کہ جب میں مرجاؤں تو میری لاش لے کر قسطنطنیہ کی فصیل کی طرف جہاں تک ہو سکے چلے جانا اور پھر وہاں مجھے دفن کرنا۔

انہوں نے انتقال فرمایا تو ساری فوج نے نمازِ جنازہ ادا کی پھر ہتھیار سجا کر پورے فوجی اعزاز و اکرام سے آپ کی میت کو لے چلے۔ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچے اور وہاں انہیں سپرد خاک کیا۔ اس خیال سے کہ کہیں صبح دشمن اُن کی میت کو نکال کر بے حرمتی نہ کریں دفن کرنے کے بعد اُن کی قبر زمین کے برابر کر دی گئی۔ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو کچھ رومی سپاہیوں نے پوچھا۔۔۔۔ کیا بات ہے رات تم لوگ ہماری فصیل تک آئے اور وہاں بڑی دیر تک رُکے رہے؟ جواب دیا گیا کہ ۔۔۔۔۔ ہمارے نبی ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے رات انتقال فرمایا۔ وہ بڑے بزرگ اور صاحبِ علم آدمی تھے۔ ہم نے انہیں تمہاری فصیل کے سائے میں دفن کیا ہے۔ ہمارے دلوں میں ان کی بڑی عزت ہے۔ یہ سمجھ لو کہ اگر تم نے وہاں اُن کی قبر کی بے حرمتی کی تو ہم اس کا سخت بدلہ لیں گے! یہ بھی ممکن ہے کہ اسلامی سلطنت میں پھر کبھی کسی کلیسا میں گجر نہ بجنے پائے گا!۔۔۔۔ یہ دھمکی کام آ گئی لیکن اصل میں آپ کے روحانی فیض نے دشمن کو روکے رکھا۔ قسطنطنیہ اس وقت فتح نہ ہو سکا۔ لیکن قسطنطنیہ والوں کے دل اس بزرگ صحابی رسول نے فتح کر لیے۔ شہر میں جب کوئی آفت آتی، بارش نہ ہوتی یا قحط پڑتا تو سارے رومی شہر سے نکل کر آپ کی قبر پر جمع ہو جاتے اور وہاں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو آواز دیتے اور ان کی پریشانی دور ہو جاتی۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ مجاہد قسطنطنیہ کی قبر کی حرمت مسلمانوں کو بیحد عزیز تھی۔ سپہ سالار لشکر نے حکم دیا کہ قبر چھپا دی جائے۔ مسلمانوں کی فوجیں جب لوٹ گئیں تو رومی عوام نے اس قبر کی حرمت اور عظمت کا بڑا خیال رکھا۔ جو فیض انہیں یہاں سے ملتا تھا اس کی یادگار میں رومی حکومت نے سن ۵۵ ہجری کے بعد اس قبر کو محفوظ کر دیا اور اس پر چھت ڈالی اور عمارت بنا دی رفتہ رفتہ یہ عمارت ڈھ گئی اور اس یادگار کا نام و نشان مٹ گیا۔ کوئی سات برس بعد ۱۵۵۶ء میں جب عثمانی اقتدار کا پرچم یہاں لہرایا شیخ آق شمس الدین میزبان رسول اکرم کی قبر کا پتہ لگایا۔ اس پر عبرانی زبان میں لکھا ہوا ایک کتبہ بھی قبر پر لگا ہوا تھا۔ اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابوایوب کا نام بھی لکھا تھا۔

اگست ۱۹۷۹ء میں ایک بیرونی سفر سے لوٹتے ہوئے خاص طور پر میں نے یہاں سفر کیا تھا۔ (۲۴) گھنٹے کا قیام تھا۔ پہلا کام مزار پر فاتحہ پڑھنے کا تھا۔ ایک بڑے قدیم قبرستان میں سے ہو کر ہم اس جگہ پہنچے جسے یہاں والے۔۔۔ سلطان ایوب کی بارگاہ کہتے ہیں۔ سلطان محمد فاتح نے قبر پر تابوت بنا کر چاندی کا پتر چڑھایا ہے قبر کے ساتھ ایک جامع مسجد اور مدرسہ تعمیر کیا۔ یہ سب کچھ اب بھی موجود ہے۔ لیکن موجودہ تعمیر بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابوایوب کا مزار اب ایک بند کمرے میں ہے سادہ سا مستطیل کمرہ ہے۔

جامع ایوب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ آثار مبارک بھی ہیں۔ جو محل سلطان میں ملے تھے۔ یہاں سبز چادر میں لپٹا ہوا ایک علم بھی ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے علمبردار فوج اسلامی کی حیثیت سے سیدنا ابوایوب نے میدان جنگ میں لہرایا تھا۔ میں نے اس روایت کی تصدیق کی۔ سلاطین عثمانیہ کے بانی عثمان کی تلوار بھی یہاں رکھی ہے۔ سلاطین عثمانیہ اقتدار سنبھالتے ہی یہاں حاضری دیتے ہیں۔ سلطان محمد فاتح کے زمانہ سے یہ تخت نشینی کی رسد کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام شمس الدین آق نے یہاں اس رسم کی ابتدا اسطرح کی تھی کہ مزار مبارک کے سامنے تلوار عثمان محمد فاتح کی کمر میں باندھی تھی۔

مزار کے اطراف دور تک پھیلا ہوا قبرستان ہے۔ مزار کو جانے کا راستہ ایک کشادہ صحن کے بعد آتا ہے۔ شاید اتاترک سے پہلے یہ حصہ دستار بندی کے وقت فوج کی پریڈ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ سڑک اور معمولی سا بازار اس صحن کے دوسری طرف ہے۔

مزار میزبان نبوی پر ہجوم تو نہ تھا لیکن ایک عجیب سی رونق تھی۔ جذبات عقیدت و محبت امڈ کر احساسات پر چھائے ہوئے تھے۔ سارا تاریخی پس منظر جب نگاہوں میں گھومتا تھا تو ایک عجیب روحانی کیف دل کو سرشار کر دیتا تھا۔

۱۔ ارشاد نبوی تھا کہ۔۔۔۔

"خلوا سبیلھا فانھا ماموره."

اسے چھوڑ دو اسے بتا دیا گیا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے۔ ابن سعد اخبار النبی جلد نمبر ۱۔ سیرت ابن ہشام باب نمبر ۸۷۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد سوم۔ صحیح بخاری (کتاب الانبیا۔ ہجرہ النبی۔ باب المناقب صحابہ۔

اونٹنی قصویٰ کو اسعد بن زرارہ اپنے گھر لے گئے۔ (ابن سعد۔ بلاذری)

نمبر ا۔ عام طور پر مورخین اور محدثین کے پاس قرعہ اندازی کی روایت ہے لیکن امام احمد بن حنبل نے ابوایوب کی زبانی یہ روایت دی ہے۔ ابن حجر نے الاصابہ میں اسی کو دھرایا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرہ اندازی قیام کے بعد ہوئی۔

نمبر۲۔ یہ روایت بھی ہے کہ نمبر ۳ صحیح مسلم باب الاشربہ۔ اس ماہ ربیع الاول سے دوسرے سال کے صفر تک قیام رہا۔

نمبر۴۔ اباحہ اکل الثوم صحیح مسلم۔

نمبر۵۔ صحیح مسلم۔ کتاب الاشربہ

نمبر۶۔ بیعت عقبہ ثانیہ (خزاج بن الحارثہ) ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۴۔ اسد الغابہ جلد نمبر ۳

نمبر۷۔ بھائی بندی حضرت ابوطلحہ انصاری کے مکان میں ہوئی۔

نمبر۸۔ تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ ہجرت سے پہلے انھی کی امامت میں پڑھا گیا۔

نمبر۹۔ اسد الغابہ جلد نمبر ۳ حرف الخاء

نمبر۱۰۔ اسد الغابہ جلد سوم خالد بن زید روایت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس

نمبر۱۱۔ یہ مدینے سے مصر کا پہلا سفر تھا۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (جلد نمبر ۴) میں اس سفر کا ذکر ہے۔

نمبر۱۲۔ یہ مصر کے دوسرے سفر کا واقعہ ہے۔ جب وہ جہاد قسطنطنیہ کے لئے نکلے تھے۔

نمبر۱۳۔ صحابی رسول اللہ بہت بڑے منتظم اور مدبر تھے۔ اکمال فی اسماء الرجال (مشکواۃ) اسد الغابہ جلد نمبر ۸

نمبر۱۴۔ تمام مشاہد میں شریک تھے۔ (اسد الغابہ جلد نمبر ۳)

نمبر۱۵۔ ابن سعد جلد نمبر ۴۔ صحیحین کتاب الجہاد

نمبر۱۶۔ صحیح بخاری (کتاب الجہاد کتاب الامارہ) میں یہی روایت امام مسلم نے دی ہے۔ راوی سیدنا انس بن مالک ہیں۔

نمبر۱۷۔ (کتاب التہجد باب النوافل) عن محمود بن ربیع

سیدنا انس بن مالک ہیں۔ سنن دارمی جلد نمبر ۲

ابن خیاط (کتاب التاریخ) احمد بن عبداللہ عقد الفرید جلد دوم۔

صفحہ نمبر ۱۰۳ بطبع عامرہ)

نمبر۱۸۔ سپہ سالار لشکر یزید بن معاویہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

طبقات ابن سعد جلد نمبر ۴

نمبر۱۹۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۴ نمبر ۲۰۔ ابن قتیبہ (المعارف) قول مجاہد۔

© rasailojaraid.com